حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری مرحوم
بمع حضرت مسیح موعود کے کرتے کے جس پر
سرخ چھینٹوں کے نشان ہیں

حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم

حضرت میر حامد شاہ صاحب مرحوم

قادیاں کا ایک منظر

The MINARET and Guest House View, QADIAN. R. A. Arshed

Talim-ul-Islam High School, QADIAN. R. A. Arshed

مدرسہ تعلیم الاسلام
قادیاں

A general view of the Bahishti Maqbara R. A. Arshed

مقبرہ بہشتی

Tomb of the Promised MESSIAH
and His First Successor, QADIAN. R. A. Arshed

مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام
و حضرت خلیفۃ المسیح اول

حضرت امیر المومنین فضل عمر کی

سیرت طیبہ میں سے کچھ

مرتبہ
محمود احمد عرفانی

کیا
عنایت جوبلی کی مبارک تقریب پر یہ خاکسار اس محنت کو جو ان مقدس حالات کے جمع کرنے پر کی ہے۔ بطور عقیدت مندی اور خلوص کی نذر کے پیش کرتا ہوں۔ خدا کرے۔ کہ یہ حقیری محنت قبول ہو۔ اور اس خادم در کی طرف کوئی نظر التفات ہو۔ کہ مجھ جیسے کمزور و ناتواں کے لئے باعث نجات ہے۔

شنہ ۱۳۴۲ء کا رمضان مجھے پہلی دفعہ مصر میں آیا اور اس رمضان میں میں نے اپنے آقا کے کچھ حالات جوش محبت میں جمع کئے۔ اور لکھکر حضرت والد صاحب قبلہ کی خدمت میں ارسال کئے۔ جو ان کے مسودات میں کئی سال پڑے رہے۔ بالآخر میں نے چاہا۔ کہ ان کو المبشر میں شائع کردوں۔ اور دو قسطیں شائع بھی کیں۔ بعد میں خیال پیدا ہوا۔ کہ دسمبر کے المبشر میں یکجائی شائع کردوں۔ اور اس طرح اس نمبر کو جوبلی نمبر بنا دوں۔

مگر

جب اس پر نظر ثانی کرکے دوبارہ لکھنے لگا۔ تو پھر دل نے یہی کہا۔ کہ اسے الحکم میں شائع کردو۔ چنانچہ الحکم کے لئے اس کو نظر ثانی کرکے صاف کردیا۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

(خادم محمود احمد عرفانی)

امیر المومنین کی سیرت و سوانح

حضرت امیر المومنین کا مقام اس زمانہ کے لوگوں میں بہت بلند ہے۔ اس لئے نہیں کہ آپ امام جماعت احمدیہ ہیں۔ یا اپنے علم و فضل میں یکتا ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ آپ وہ انسان ہیں۔ جنکی پیدائش کا فیصلہ آسمان نے صدیوں پیشتر ہوچکا تھا۔ اور ہزارہا صلحائے امت آپ کے پیدائش کے متعلق پیشگوئیاں کرچکے تھے۔ ان ہی صلحاء میں سے حضرت نعمت اللہ ولی بھی ہیں۔ جنہوں نے

پسرش یادگارے بینم

کہکر پیشگوئی کی تھی۔ اور یہی نہیں۔ کہ اولیائے امت آپ کی آمد کی پیشگوئیاں فرماچکے تھے۔ بلکہ خود سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پیدائش کی پیشگوئی فرمائی۔ چنانچہ فرمایا:-

ویتزوج ویولد لہ

آنے والا مسیح صاحب اولاد ہوگا۔ اور صاحب اولاد ہونا تو کوئی خصوصیت نہیں رکھتا۔ دنیا میں کروڑوں انسان صاحب اولاد ہیں۔ پیشگوئی میں کسی انسان کی پیدائش کی خبر امتیازی خبر ہوتی ہے۔ اور اسکی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ یہ بتلایا جائے۔ کہ وہ پیدا ہونے والا خاص قوتوں اور طاقتوں کو لے کر آرہا ہے چنانچہ دوسری پیشگوئیوں نے اس بات کو واضح کردیا تھا۔ جیسے آپ نے فرمایا تھا۔ کہ

لو کان الایمان معلقاً بالثریا

لنالہ رجال من ابناء الفارس

کچھ فارسی النسل آخری زمانہ میں ایمان کو ثریا سے لانے کے کام پر مامور کئے جائیں گے۔ پھر فرمایا:-

خذو التوحید یا ابناء الفارس

پس مسیح موعودؑ کے کام میں اس کے بعض بیٹوں کی شرکت ضروری تھی۔ اس لئے خاص طور پر ایک وہ بیٹا جو حضرت مسیح موعود کے رنگ میں رنگین ہونے والا تھا۔ اس کی پیدائش اور آمد کی پیشگوئیاں صدیوں سے ہو رہی تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی کامیابی کیلئے اس آخری دور میں جہاں مسیح موعود کا پیدا ہونا حتمی ہوچکا تھا۔ وہاں آپ کے اس فرزند کا پیدا ہونا بھی یقینی طور پر مقدر ہوچکا تھا۔ اور وہ صلحاء امت جو مسیح موعود کی پیدائش کی انتظار میں عمر گذار گئے۔ وہ فرزند موعود کی انتظار بھی اسی طرح کرتے رہے۔

پس

وہ انسان جو قوموں کی رستگاری کے لئے پیدا ہوا ہو۔ جس کی آمد کی انتظار صدیوں سے ہو رہی ہو جس کی ہر حرکت اور سکون خدا کے لئے ہو۔ اس کی سیرت اور سوانح پر مجھ جیسا کوتاہ قلم کچھ لکھے یہ ایک ناممکن سی بات ہے۔

مجھے اس باب میں اپنی کوتاہ قلمی کا پورا اعتراف ہے۔ لیکن میں تو اس عورت کی طرح جو یوسف کی خریداری کے لئے روئی کا گالا لائی تھی۔ اس مضمون کی تحریر کے ساتھ اپنے

خراج عقیدت

کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

الغرض

آپ کی پیدائش

آپ کی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی پیدائش کے متعلق بہت سی پیشگوئیاں کر رکھی تھیں۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں:-

"ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دلایا گیا ہے۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔"

(اشتہار ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء)

پھر فرمایا

"دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا۔ کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدے کا ٹلنا ممکن نہیں نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے۔ اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اسکی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔"

(سبز اشتہار صک حاشیہ)

پھر فرمایا

"دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و آئمہ و اولیاء و خلفاء ہے۔ تا اُن کی اقتدار و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور اُن کے نمونے پر اپنے تئیں بناکر نجات پاجائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا۔ کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعے سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔

پس

اوّل اس نے قسم اوّل کے انزال رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا۔ تاکہ بشر الصابرین کا سامان مومنوں کے لئے طیار کرائے۔ اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے۔

اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا۔ جیسا کہ بشیر اوّل کی موت سے پہلے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا۔ کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ یخلق اللہ ما یشاء۔"

(سبز اشتہار صفحہ ۱۷ حاشیہ)

پس بشیر اوّل کی وفات کے بعد بشیر ثانی کی پیدائش کا بار بار حضور نے ذکر کیا۔ اور اس کا نام محمود احمد رکھا۔ اور بڑی بڑی تحدیاں فرمائیں۔ اور زمین و آسمان کا ٹلنا ممکن اور اس انسان کی آمد کا رک جانا ناممکن قرار دیا۔

ایک دوسری جگہ لکھا۔ کہ الہامی طور پر . . . آپ کی شان میں یہ شعر جاری ہوا

"[illegible]
دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ"

پس وہ فخر رسل و بشیر ثانی۔ وہ موعود بیٹا ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوگیا۔ چنانچہ آپ کی پیدائش پر آپ نے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جس میں لکھا:-

"خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا . . . سو آج

۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء ہجری میں مطابق ۹ جمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ

روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضل الٰہی ایک لڑکا پیدا ہوگیا ہے۔ جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے۔ اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائیگی۔"

(اشتہار تکمیل تبلیغ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء حاشیہ)

اس طرح ۱۲ جنوری کا دن نہایت مبارک دن تھا۔ جبکہ خدا کا موعود، نبیوں کا موعود، صلحائے امت کا موعود، مسیح موعود کا موعود دنیا میں پیدا ہوا۔ یہ وہ دن تھا۔ جبکہ آسمان زمین سے قریب ہوا۔ اور خدا نے اپنے جلال و جمال کا وہ نشان ظاہر کیا۔ جسے اس نے اپنی آمد سے تشبیہہ دی اور فرمایا:

کانّ اللہ نزل من السماء

آپ کے حسب نسب کے متعلق کچھ

آپ کے حسب نسب کے متعلق میں کیا کہوں۔ ایک فقرہ میں تو بات پوری ختم ہوجاتی ہے۔ کہ

"آپ تمام قوموں کے موعود اور اس زمانے کے راستباز اور آسمانی بادشاہ کے فرزند دلبند گرامی ارجمند ہیں۔"

اس پر زمین و آسمان کی تمام بڑائیاں اور عظمتیں اور حسب و نسب ختم ہوجاتے ہیں۔ مگر دنیاداروں کے لئے اس امر کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ فارسی النسل شاہانِ فارس کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے بزرگ اور مورث اعلیٰ قراچار تھا۔ جو چغتائی کا پہلے وزیر سول اور پھر وزیر جنگ تھا۔

شاہنشاہ تیمور

بھی اسی خاندان کا ایک فرد تھا۔ میرزا ہادی بیگ وہ مورث تھے۔ کہ جو خراسان میں پیدا ہوئے۔ اور پھر خراسان سے خدا تعالیٰ کی نہاں در نہاں مصلحتوں کے ماتحت اس امانت کو قادیان کی سرزمین میں پہنچانے کے لئے جو مسیح موعودؑ کے وجود باجود کے رنگ میں دنیا میں ظہور پذیر ہونے والی تھی۔ اوّل ہندوستان میں اور پھر پنجاب میں دریائے بیاس کے کنارے اتر پڑے۔ یہ خاندان اپنے ملک میں بھی معزز تھا۔ اور پھر ہندوستان آکر مغلوں کے عہد میں بھی معزز رہا۔ اور پھر سکھوں کے عہد میں بھی معزز رہا۔ اور پھر انگریزوں کے عہد میں بھی معزز ہے۔

بلکہ

ہر قسم کی دنیاوی وجاہت اور عزت اس خاندان کے

غلاموں پر نثار ہو رہی تھی۔ مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش سے قبل اس خاندان کی حکومت جاتی رہی اور مشکلات دور دورہ ہوا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش کے ساتھ بادِ نسیم چل پڑی۔ اور حالات بدل گئے۔ اجڑا ہوا خاندان پھر قادیان میں آباد ہوا۔ اور کھوئی ہوئی حکومت کا ایک ہلکا سا نقش پھر ابھر آیا۔ مگر خدا نے اپنے پاک مسیح سے فرمایا کہ ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ میں بادشاہوں کو تیرا غلام بناؤں گا۔ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

الغرض

ہر قسم کی دینی اور دنیاوی عزتوں اور برکتوں کو لیکر آپ ایک نہایت معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔

۱۲ کا ہندسہ اور ایک ذوقی بات

آپ کی پیدائش ۱۲ جنوری کو ہوئی۔ ۱۲ کا ہندسہ اپنے اندر ایک عجیب شان رکھتا ہے

حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے بنی اسرائیل کی بارہ قومیں تھیں۔ ان کے بارہ سردار تھے۔ اُن کو بارہ چشمے دیئے گئے۔ بارھویں کا چاند پورے عروج پر ہوتا ہے۔ اس کی ترقی بدر کامل تک ہوتی رہتی ہے۔ اور بدر کے بعد ہی دوسرے دن اسے زوال ہوتا ہے۔ پس آپ کی پیدائش کا ۱۲ جنوری کو ہونا آپ کی ترقی اور عروج کی ایک بڑی دلیل ہے۔

آپ ذوالقرنین ہیں

میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سے کئی دفعہ سنا تھا۔ کہ قرن صدی کو کہتے ہیں۔ اور جسے دو صدیوں سے حصہ ملے۔ وہ ذوالقرنین ہوتا ہے۔

چنانچہ آپ کی پیدائش ایسے وقت میں ہوئی۔ جبکہ ایک صدی زوال پر تھی۔ اور دوسری صدی کا سورج طلوع ہونے والا تھا۔ اس لئے آپ اس لحاظ سے ذوالقرنین بھی ہیں۔ گویا آپ کی پیدائش کا ایسے وقت میں ہونے کا یہ راز تھا۔ کہ اٹھارویں صدی عیسوی جبکہ زوال پر ہے اس وقت پیدا ہوئے اور جیسے ہی آپ عہد کی حالت سے نکلیں گے۔ ایک جدید صدی کا سورج شرق سے طلوع کریگا۔ اور یہ صدی اسلام کے لئے بہت سے برکات کی صدی ہوگی ۔

آپ کی پیدائش فیوضِ آسمانی کے لئے دروازہ تھی

اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر خدا تعالیٰ کی وحی والہام کا سلسلہ ۱۸۶۰ء یا اس کے قریب کے زمانہ سے شروع تھا۔ اور طالبانِ حق اور آسمانی پانی کے پیاسے آپ سے بیعت کی درخواستیں کیا کرتے تھے ؎

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

مگر آپ اُن کو یہ فرما کر خاموش کر دیا کرتے تھے۔ کہ مجھے ابھی بیعت لینے کی اجازت نہیں۔ مگر جب خدا کا یہ نور مسیح موعود کے ذریعے سے زمین پر اترا۔ تو آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ اور نور سماوی ظلمت سے بھری ہوئی زمین پر پھیل گیا۔ رحمت کی ہوائیں چلنے لگیں۔ اور ملائکہ نے قبولیت کے دروازے کھول دیئے۔ اور زمین والوں کو اجازت ہوئی۔ کہ وہ خاصانِ خدا میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کا اعلان فرما دیا۔ اور اس طرح آپ کی پیدائش کے ساتھ دنیا نے آسمانی دسترخوان سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اور وحی آسمانی کا پانی پیا اور سیراب ہو گئے

آپ کا وجود آنحضرت صلعم اور مسیح موعود کی صداقت کی ایک دلیل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پہلی شادی تھی۔ جو والدین نے کی تھی۔ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے۔ ایک کا نام **میرزا فضل احمد صاحب** تھا۔ اور دوسرے **خان بہادر میرزا سلطان احمد صاحب** تھے۔

یہ دونو بیٹے دنیاداری کے کاموں میں مشغول تھے۔ اور اُن کی پرورش ایسے اصولوں پر ہوئی تھی یعنی خاندان کے دیگر ارکان کے ہاتھوں میں۔ جن کا منتہی النظر اور مقصود اعلیٰ اباء و اجداد کی وجاہت کا حصول تھا۔ وہ سرکاری ملازمتوں کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔

اور

جو مشن حضرت مسیح موعود لے کر آئے تھے۔ اس مشن سے وہ کوسوں دور تھے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صرف وہی دو بیٹے اولاد ہوتی۔ تو اس کے معنے یہ تھے۔ کہ آنحضرت کی پیشگوئی

یتزوج ویولد لہ

پوری نہ ہوتی۔ اور اگر وہ پوری نہ ہوتی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت بھی مشوش ہو جاتی ہے۔

اسلئے

ضروری تھا۔ کہ آپ کو ایسی اولاد دی جاتی۔ جو آپ کے مشن کی اشاعت کے لئے وقف ہو جاتی۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے آپ کو ایک جدید شادی کے لئے تیار کیا۔ اور فرمایا:-

"الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر والنسب۔ (تریاق القلوب صفحہ ۳۴۔ تذکرہ صفحہ ۳۶)

پھر فرمایا:-

"ایک مرتبہ مسجد میں بوقت عصر یہ الہام ہوا۔ کہ میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی"

اس میں یہ ایک فارسی فقرہ بھی

ہرچہ باید نوعروسی را ہماں ساماں کنم
وآنچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

یہ سب کچھ کیوں ہوا۔ اس لئے کہ خدا کے وعدے پورے ہوں۔ جیسے آپ نے خود تحریر فرمایا کہ:-

"جیسا کہ لکھا تھا۔ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ بغیر سابق تعلقات قرابت اور رشتہ کے دہلی میں ایک شریف اور مشہور خاندان سیادت میں میری شادی ہو گئی۔ .....

سو چونکہ خدا تعالےٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد جماعت اسلام کی ڈالیگا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا۔ جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے۔ اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے۔ جو اُن نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخمریزی ہوئی دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہربانو تھا۔ اس طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی۔ اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی عادت ہے۔ کہ کبھی ناموں میں بھی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے"

(تریاق القلوب صفحہ ۶۴ و ۶۵)

پس

حضرت امیر المومنین اور آپ کے برادران کو اس دنیا میں لانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شادی کا انتظام سادات کے خاندان میں فرمایا۔ اور اس طرح یہ موعود اولاد فارسی الاصل نبی کی صلب سے اور فاطمی النسل ماں کے بطن سے پیدا ہوئی۔ تاکہ وہ اس امانت کا بار اُٹھانے کے قابل ہو سکے۔ جسکے لئے خدا نے مسیح موعود کو بھیجا تھا۔ اور اس طرح وہ تمام پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ پس آپ کا وجود حضرت رسول اللہ صلی اللہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا زبردست اور زندہ نشان ہے۔

سنہ ۱۸۹۱ء

آپ کی پرورش ایسے متبرک والدین کے ہاتھوں اور آغوش میں رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں روز و شب آپ کو پروان چڑھا رہی تھیں۔ سنہ ۱۸۹۱ء میں آپ کی پیدائش پر دوسال گذر گئے۔ اور حولین کاملین کے ماتحت آپ کی رضاعت کا زمانہ ختم ہو گیا۔ آپ نے جیسے ہی رضاعت کے زمانہ سے اس سے اعلیٰ زمانہ میں قدم رکھا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے صحیح مقام پر کھڑا کر دیا۔ یعنی کلی وضاحت کے ساتھ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ اور اس طرح لوگوں کو بتلا دیا۔ کہ اس صدی کا مجدد ہی مسیح موعود ہے۔ اور یہ وہی مسیح موعود ہے۔ جس کے لئے خدا نے مقدر کر رکھا ہے۔ کہ وہ مقام نبوت پر فائز ہو۔

پانچ سال کی عمر

اگر آپ کے بچپن کے زمانے کی باتوں کے متعلق بھی تحقیقات کی جائے تو بہت سی باتیں ایسی ملیں گی جو حیران کن ہیں۔ مگر اتنی تفصیلات کی اخبار کے گنتی کے صفحات میں گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اسلئے موٹی موٹی باتیں حیطۂ تحریر میں آسکتی ہیں۔

سنہ ۱۸۹۳ء میں آپ کی عمر پانچ سال کی ہو گئی تھی۔ اس سال

جنگ مقدس

سلسلہ کی تاریخ میں ایک نہایت اہم واقعہ رونما ہوا۔ یعنی پادری عبد اللہ آتھم سے حضور کا مباحثہ بمقام امرت سر ہوا۔ اور یہ مباحثہ جنگ مقدس کے نام سے معروف و مطبوع ہوا۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے اسلام کی شوکت کو ظاہر فرمایا۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا کے ایمان میں اضافہ ہوا۔

آپ کی تعلیم

آپ کی تعلیم کا آغاز اس وقت ہوا۔ جب کہ آپ نے ساتویں سال میں پاؤں رکھا تھا۔ گویا آپ کی تعلیم کا آغاز سنہ ۱۸۹۵ء میں ہوا۔ اور یہ سعادت و عزت سب سے پہلے

حضرت پیر منظور محمد صاحب

کو حاصل ہوئی۔

اس سال پادری عبد اللہ آتھم جو عیسائیت کا ایک زبردست ستون سمجھا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق گر کر چور چور ہو گیا۔ اور اس طرح اسلام کو عیسائیت پر کھلی کھلی نمایاں فتح ہوئی۔

جلسہ مذاہب اور فتح اسلام

اسی سال لاہور میں ایک مذاہب عالم کی کانفرنس ہوئی۔ جس کے لئے حضرت مسیح موعود نے خدا سے وحی پا کر فرمایا تھا۔ کہ

"یہ مضمون سب سے بالا رہے گا"

چنانچہ وہ مضمون بالا رہا۔ اور اس طرح

لیظھرہ علی الدین کلہ

کی پیشگوئی پوری فرما کر اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا۔

سنہ ۱۸۹۷ء

پنڈت لیکھرام کا واقعہ قتل

۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو آریہ سماج کا ستون پنڈت لیکھرام خدا تعالیٰ کی وحی کے مطابق قتل کیا گیا۔ یہی وہ سال تھا۔ جبکہ آپ نے قرآن کریم ختم فرمایا۔

جون ۱۸۹۷ء میں آپ نے قرآن کریم ختم فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خاندان کو کس قدر خوشی ہوئی۔ اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے کیونکہ ہماری نظر ایک بچے کی ترقی پر صرف اس لئے ہوتی ہے۔ کہ وہ اب بڑا ہو کر کمانے کے قابل ہو جائے گا۔ مگر خدا کا نبی جسے خدا نے اولاد موعود دی ہو۔ اور اس اولاد کے لئے اس کی نظر اس لئے اٹھ رہی ہو۔ کہ وہ جلد جوان ہوں۔ اور خدا کے دین کے لئے کمر بستہ ہوں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خوشی کا پتہ اس سے لگتا ہے۔ کہ آپ نے اس تقریب پر یہ ایک نظم لکھی۔ جس کا نام محمود کی آمین تھا۔ چنانچہ اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے چند بند درج کر دوں۔

کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا
تونے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
جب تیرا نور آیا۔ جاتا رہا اندھیرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تونے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کر آیا
دل دیکھکر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہو شکر تیرا کیونکر۔ اے میرے بندہ پرور
تونے مجھے دیئے ہیں۔ یہ تین اپنے چاکر
تیرا ہوں میں سراسر تو میرا رب اکبر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہے آج ختم قرآن نکلے ہیں دل کے ارماں
تونے دکھایا یہ دن میں تیرے منہ کے قرباں
اے میرے رب محسن کیونکر ہو شکر احساں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمت اتم ہے
کیونکر ہو حمد تیری کب طاقت قلم ہے
تیرا ہوں میں ہمیشہ جب تک کہ دم میں دم ہے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے
سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
تونے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تین جو پسر ہیں تجھ ہی سے یہ ثمر ہیں
یہ باد و بر ہیں میرے تیرے غلام در ہیں
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

شیطان سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پر ز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قربان رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لیکر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اس کے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ ان کو گندے
کر ان سے دور یارب دنیا کے سارے پھندے
چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے جاں کے جانی اے شاہ دوجہانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری
رحمت سے ان کو رکھنا میں تیرے منہ کے واری
اپنی پناہ میں رکھیو سنکر یہ میری زاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے واحد یگانہ اے خالق زمانہ
میری دعائیں سن لے اور عرض چاکرانہ
تیرے سپرد تینوں دیں کے قمر بنانا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر
یہ ہادئے جہاں ہوں یہ ہوویں نور یکسر
یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوویں مہر انور
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
با برگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

قرآں کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضاں
ان پر خدا کی رحمت جو اس پہ لائے ایماں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں ان سے ملے ولایت
یہ نور دل کو بخشے دل کو کرے سرایت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکر معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے فکر و سداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اس نظم سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل اس دن کس قدر وجد میں تھا۔ وہ ہمہ تن شکر بنے ہوئے تھے۔

اُن کا دل آستانہ الٰہی پر گرا ہوا تھا۔ وہ پانی کی آبشار کی طرح سے خدا کے حضور بہ رہا تھا۔

اس میں جذبات امتنان تھے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان کے لخت جگر کے سر پر قرآن کا تاج سجا دیا۔ وہ خدا کے حضور کھوئے ہوئے تھے۔ خدا کا ایک نبی خدا کے حضور کھڑا حمد کے گیت گا رہا تھا۔ وہ اپنی اولاد کے لئے اس وقت اپنے دل سے جو ہمہ دعا بنا ہوا تھا۔ خدا کی رضا اور خدا کی محبت مانگ رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ میرے مولیٰ ان کو اپنی چاکری میں قبول کر لو۔ وہ خدا کے حضور اپنے بڑھاپے کی اولاد۔ اپنے تینوں لخت جگر پیش کر رہا۔

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون

اپنی سب سے پیاری پونجی۔ اپنا سب سے قیمتی ہدیہ اپنے مالک وخالق کے حضور خدا کے اس نبی نے اس دن گذار دیا۔ خدا نے اس کی دعاؤں کو سنا اور اس کے ہدیہ کو قبول کیا۔

وانبتھا نباتاً حسناً

مسیح موعود اس وقت ابراہیم تھا اور ایک اسمٰعیل کو ہی نہیں بلکہ تین بیٹوں کی خدمت دین کے لئے قربانی پیش کر رہا تھا۔

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

اس نظم کو دل چاہتا ہے۔ کہ بار بار پڑھا جائے اور اس سے روح کے لئے غذا حاصل کی جائے۔ آج خدا کا وہ برگزیدہ ہم میں نہیں۔ مگر اس کا کلام موجود ہے اور اس کے یہ لخت جگر ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ خدا نے اُن کو کس طرح قبولیت کے ہاتھوں سے قبول فرمایا۔ اور مسیح موعود کے منہ سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو پورا کر دیا۔ مبارک ہیں وہ جو بصارت وبصیرت کی آنکھوں سے ان نوروں کو بڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ میں لذت ذوق میں بہتا ہوا کہاں سے کہاں چلا گیا۔

حضرت امیر المومنین نے ۱۸۹۷ء میں قرآن کریم ختم فرمایا۔ اور اس سال میں آریہ سماج کا مایہ ناز لیڈر پنڈت لیکھرام خدا کی وحی کے مطابق جس کا اس نے مطالبہ کیا تھا کسی غیبی قوت کے ہاتھ سے قتل کر دیا گیا۔

سلطنت ٹرکی کا سفیر قادیان میں

اسی سال ۱۰ مئی ۱۸۹۷ء سلطنت ٹرکی کا سفیر حسین کامی بک قادیان میں آیا۔ اور اس نے سلطنت ٹرکی کے مستقبل کے متعلق خدا کی وحی سے علم چاہا۔ جو اسے دیا گیا۔

اسی سال

مارٹن کلارک کے مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بریت کرنل ڈگلس کے ہاتھوں ہوئی۔

الحکم کا اجراء

اسی سال سلسلہ کا پہلا اخبار الحکم امرتسر سے جاری ہوا۔ اور اسی سال یہ خاکسار محمود احمد عرفانی راقم الحروف پیدا ہوا۔ اور میرے والد حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے میرا نام تبرکاً و تیمناً حضرت امیر المومنین کے نام پر

محمود احمد رکھا

اسی بناء پر میرے محترم قاضی اکمل صاحب نے ایک موقعہ پر میری زبان سے ایک رباعی کہی۔ جو یہ تھی :-

خادم قوم ہوں میں خادم اسلام ہوں میں
اور نیز اک نوری سرکار کا بندہ بے دام ہوں میں
مفخر کرتا ہوں بجا ہے فخر میرا محمود
اک اولو العزم نبی زادے کا ہمنام ہوں میں

مدرسہ تعلیم الاسلام کا افتتاح

۱۸۹۸ء میں حضرت اقدس واعلیٰ نے قوم کے بچوں کی ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے مدرسہ تعلیم الاسلام کی بنیاد رکھی۔ اور مدرسہ کے پہلے ہیڈ ماسٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی قبلہ مقرر ہوئے۔ اس مدرسہ کے آغاز کے ساتھ حضرت امیر المومنین مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخل ہو گئے۔ اس سے قبل کچھ عرصہ آپ ڈسٹرکٹ بورڈ کے پرائمری سکول میں بھی ..... تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اور انہی ایام میں حضرت والد صاحب کو آپ کی ابتدائی تعلیم کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرما کر عزت بخشی۔

آپ گیارھویں سال میں

جب آپ گیارھویں سال میں تھے۔ اس وقت آپ پانچویں جماعت کے طالب علم تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پانچویں کا طالب علم دنیا و مافیہا کی خبر تک نہیں ہوتی۔ مگر سیدنا محمود اعظم کا بچپن بھی نرالا تھا۔ آپ کو اس زمانہ میں بھی اگر کوئی دھن ہوتی تھی۔ تو وہ دین کی۔ اور دنیا میں تبلیغ اشاعت کے لئے تیاری کی تھی۔ اس وقت طلباء نے ایک انجمن کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام

انجمن ہمدردان اسلام تھا

اس انجمن کے پریذیڈنٹ پہلے ایک مدرسہ کے استاد تھے۔ اور سیکرٹری منشی خادم حسین صاحب تھے۔ جو وہ بھی استاد تھے۔ تقریریں کرنے والے چھوٹی عمر کے بچے تھے۔ اس لئے ان کو اساتذہ کے سامنے بولتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔ اس لئے طالب علموں نے نیا انتخاب کیا۔ اور اس انتخاب میں

حضرت میرزا بشیر الدین محمد احمد

صدر مجلس قرار پائے۔

آپ کی صدارت نے اس مجلس کو ایک تاریخی مجلس اور زندہ جاوید بنا دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ کے طالب علم یہ جانتے تھے۔ کہ ہم میں اگر کوئی صدارت کے فرائض ادا کر سکتا ہے۔ یا ہم میں

کوئی بہترین مقرر ہے۔ تو وہ آپ کا ہی وجود ہے۔

اور سچ تو یہ ہے

کہ اس سے بہتر اور کوئی انتخاب ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نظارے کو دیکھنے والے آج بھی موجود ہیں۔ اور وہ اس نظارے کی یاد سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ مقام تھا۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ کہ

یکلم الناس فی المھد وکھلاً

اس انجمن کا پہلا اجلاس جو آپ کی صدارت میں ہوا وہ ۳۔ مارچ ۱۸۹۹ء کو ہوا۔

اس مجلس کا پہلا ریزولیوشن

اس انجمن نے پہلا ریزولیوشن یہ پاس کیا۔ کہ حضرت حاجی حکیم مولوی نور الدین صاحب کا جو وعظ الحکم میں میں شائع ہوا ہے۔ اس کی رو سے طالب علموں میں مٹھائی کا تقسیم کرنا منسوخ کی جاتی ہے۔

انجمن تشحیذ الاذہان

سنہ ۱۹۰۱ء میں حضرت امیر المومنین نے ایک جدید انجمن کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجمن تشحیذ الاذہان تجویز فرمایا۔ اس انجمن کی غرض وغایت اس کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ اس انجمن کی غرض یہ تھی۔ کہ نوجوانوں کو تبلیغ اسلام کے لئے تیار کرے اس انجمن کے متعلق بجائے اس کے کہ میں خود کچھ لکھوں۔ میں حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی کے بیان کو درج کر دیتا ہوں۔ جو اس انجمن کے اول الانصار میں سے تھے :۔

تشحیذ الاذہان کا پہلا اور ابتدائی نام

انجمن ہمدردان اسلام

تھا۔ جو بالکل ابتدائی ایام اور پرانے زمانے کی یادگار ہے۔ جبکہ سیدنا فضل عمر بمشکل آٹھ نو برس کے تھے۔ آپ کے دینی شغف اور روحانی ارتقاء کی یہ پہلی سیڑھی ہے۔ جو حقیقتاً آپ ہی کی تحریک۔ خواہش اور آرزو پر قائم ہوئی تھی۔ کھیل کود اور بچپنے کے دوسرے اشغال میں انہماک کے باوجود آپ کے دل میں خدمت اسلام کا ایسا جوش اور جذبہ نظر آیا کرتا تھا۔ جس کی نظیر بڑے بوڑھوں میں بھی شاذ ہی ہوتی۔ آپ کی ہر ادا میں اس کا جلوہ اور ہر حرکت میں اس کا رنگ غالب ونمایاں ہے مجھے آپ کی کھیلوں کے دیکھنے اور مشاغل کو جانچنے کا اکثر موقعہ ملتا تھا۔ گھنٹوں آپ مطب میں تشریف لاکر ہم میں بیٹھا کرتے۔ کبھی ٹیمیں بنا کرتیں اور کھیلوں کے مقابلوں کی تجاویز ہوا کرتیں۔ کبھی فوجیں بنا کر مصنوعی جنگوں کا انتظام ہوتا۔ کبھی ڈاکو اور چوروں کا تعاقب ہوتا۔ ان کی گرفتاری کے سامان ہوتے اور مقدمات سنکر فیصلے کئے جاتے۔ سزائیں دی جاتیں۔ اور کارہائے نمایاں کرنے والوں کو انعام واکرام ملتے۔ تو کبھی بحث مباحثات اور علمی مقابلوں کا رنگ جما کرتا گرما گرم بحث ہوتی۔ جج مقرر ہوتے۔ اور فاتح ومفتوح کا فیصلہ ہوتا۔ الغرض ایسے ہی مشاغل اور مصروفیتوں کے نتائج میں سے ایک

انجمن ہمدردان اسلام

کا قیام بھی ہے۔ جو آپ کی خواہش۔ مرضی اور منشاء کے ماتحت قائم کی گئی۔ اوّل اوّل اس کے اجلاس پرانے اور قدیم مہمان خانہ میں ہوا کرتے۔ اور اس وقت زیادہ سے زیادہ چھ سات ممبر تھے۔ اور یہ زمانہ ۱۸۹۷ء کا تھا۔ ایک اجلاس میں تجویز پاس ہوئی۔ کہ سیدنا حکیم الامت حضرت مولانا مولوی نور الدین اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی جائے۔ کہ ہماری اس انجمن کی سرپرستی قبول فرمائیں۔ اجلاس میں شریک ہوں۔ اور ہم لوگوں کو طریق کار بتائیں۔ نصائح فرمائیں۔ کرتا دھرتا ان دنوں اس منجی سے انجمن کا راقم الحروف ہی تھا۔ صاحب ممدوح کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ حضرت نے ہماری درخواست کو شرف تبولیت بخشا۔ اجلاس میں تشریف لائے۔ اور سب سے اوّل انجمن کے نام پر لطیف تنقید فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم لوگوں نے انجمن کا نام ہمدردان اسلام تجویز کیا ہے۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ کیونکہ

ہمدردی کسی درد

کو چاہتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ تم لوگ گویا اسلام میں کسی اور درد کا اضافہ چاہتے ہو۔ اگر درد نہیں تو ہمدردی کیسی؟ نام کی تبدیلی کا حکم دیا سرپرستی قبول فرمائی۔ اور استقلال اور شوق سے کام کرنے نیک نمونہ بنکر دکھانے اور حصول علم وغیرہ کی تاکید اور نصائح فرمائیں۔ چنانچہ اسی زمانہ یا پھر کسی اجلاس میں انجمن کا نام تبدیل کر کے

انجمن خادم الاسلام

تجویز کر دیا۔ حضرت مولانا نور الدین اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اگرچہ چھوٹے سے چھوٹے لوگوں کی بات بھی توجہ سے سنا کرتے۔ مفید مشورے اور نصائح سے دریغ نہ فرمایا کرتے تھے۔ مگر سیدنا فضل عمرؓ کی ذات والاصفات کی وجہ سے ہماری طرف خاص توجہ فرماتے۔ ہماری نگرانی رکھتے۔ اچھی باتوں کی تاکید فرماتے۔ اور غلط راہوں بُری صحبتوں سے بچنے کی تاکید فرمایا کرتے۔ ہماری انجمن کے اکثر اجلاسوں میں شریک ہو کر ہدایات دیتے۔ اور حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ شروع شروع میں تو ہمارے اجلاس اسی مہمانخانہ کی کوٹھڑی تک محدود رہے مگر رفتہ رفتہ ترقی ہوئی۔ ممبر زیادہ ہوگئے۔ تجربہ کار تعلیم یافتہ کارکن شریک ہوگئے۔ کام کرتے کرتے کچھ تجربہ ہوگیا۔ اور حوصلے بھی بڑھ گئے۔ تو اجلاس اس مجلس کے مسجد اقصےٰ میں ہونے لگے۔ جہاں بچوں سے نکل کر بڑے لوگ بھی شریک ہوتے۔ ہماری تقریروں پر جرح قدح اور تنقید فرما کر اصلاح کرتے۔ طریق تکلم اور طرز تقریر سکھایا کرتے تھے۔ ثاقب صاحب مالیر کوٹلوی۔ خادم صاحب بھیروی وغیرہ وغیرہ احباب کے علاوہ

حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب

بھی ان بزرگوں میں سے ایک تھے۔

اس طرح جہاں ہماری اصلاح ہوئی۔ بیان میں روانی اور کلام میں ترتیب وقوت آئی بزرگوں کی توجہات کا بھی ہماری یہ انجمن مرکز بننے لگی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ بچوں کی بجائے اب بڑے بوڑھے اور بزرگ زیادہ شرکت فرمانے لگے۔ انجمن کی رونق کے ساتھ ساتھ عزائم بھی بلند ہوتے گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ اسی ہماری انجمن میں ایک مرتبہ سیدنا حضرت نور الدین اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ شریک تھے۔ ہمارے آقا نامدار سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور نظر لخت جگر نے جن کی شان میں ازل سے خداوند ہمارے خدا نے

مظھر الحق والعلیٰ کانّ اللہ نزل من السماء

کا مقام محمود لکھ رکھا تھا۔ تقریر فرمائی۔ تقریر کیا تھی۔ علم ومعرفت کا دریا اور روحانیت کا ایک سمندر تھا۔ تقریر کے خاتمہ پر حضرت نور الدین اعظم کھڑے ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ جو کچھ فرمایا تقریر کی بے حد تعریف کی۔ قوت بیان اور روانی کی داد دی نکات قرآنی اور لطیف استدلال پر بڑے تپاک اور محبت سے

مرحبا۔ جزاک اللہ

کہتے دعائیں دیتے نہایت اکرام کے ساتھ گھر تک آپ کے ساتھ آکر رخصت فرمایا۔ یہی وہ انجمن ہے جو ترقی کرتے کرتے آخر ایک دن اس قابل ہو گئی۔ کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور سے

شرف باریابی نصیب

ہوا۔ اور وہ تشحیذ الاذہان کے مقدس نام سے سرفراز ہو کر نمودار ہوئی۔ اس کے اجلاس کل میں ناغے بھی ہوئے۔ لمبے لمبے وقفے بھی پڑے۔ اور اس پر فترت کا زمانہ بھی آیا۔ اور ایسی غائب ہوئی۔ کہ گویا اس کا وجود ہی معدوم ہو گیا۔ مگر کسی نیک گھڑی سعید ساعت اور مقدس ہاتھوں اس کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ خدا نے اسے ضائع ہونے سے بچا لیا۔ سنہ ۱۹۰۳ء عیسوی کے اواخر میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ نے مجھے اپنے ایک عزیز مرزا محمد احسن بیگ صاحب رئیس کی درخواست پر ان کے کاروبار کی ذیل میں قادیان سے باہر جانے کا حکم دیا۔ میری غیر حاضری میں ہماری یہ انجمن گویا معطل وکالعدم ہی ہوگئی۔ جس کا مجھے سفر میں بھی درد رہتا تھا۔ آخر سنہ ۱۹۰۶ء کے نصف ثانی میں مجھے وہیں کسی طرح یہ اطلاع ملی۔ کہ ہماری اس پیاری انجمن کا سیدنا محمود کے ہاتھوں دوبارہ احیاء ہوا۔ اور اب کے اسی نام کے ایک رسالہ کے اجراء کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اور اسے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منظوری وسرپرستی کا بھی شرف میسر ہے۔ اور کہ حضور نے ہی اس کا نام

تشحیذ الاذہان

تجویز فرمایا ہے۔ مجھے اس خبر سے اتنی خوشی ہوئی کہ میں باغ باغ ہو گیا۔ اور فوراً اس کی ممبری کے لئے یہاں درخواست بھیجدی"

رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجراء

سنہ ۱۹۰۵ء میں آپ کی ظاہری تعلیم ختم ہوگئی۔ اس وقت آپ نے چاہا۔ کہ نوجوانوں کے لئے ایک رسالہ جاری فرمادیں۔ چنانچہ نوجوانوں کی ایک مجلس شوریٰ ہوئی۔ جس میں چودھری فتح محمد صاحب منشی عبد الرحیم صاحب مالیر کوٹلوی وغیرہ نوجوان تو شامل ہوئی مجلس نے رسالہ کے اجراء کو بہت پسند کیا۔ چنانچہ رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجراء ہوا۔ اور آپ اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف سترہ سال کی تھی۔

مجلس شوریٰ سے ایک نتیجہ

رسالہ جاری کرنے سے قبل آپ کا اس معاملہ میں مجلس شوریٰ کا طلب کرنا صاف بتلاتا ہے۔ کہ آپ کا بچپن سے ہی یہ اصول تھا۔ کہ

شاورھم فی الامر

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ ہر کام کے کرنے سے قبل اس کے حسن وقبح پر نہ صرف غور فرماتے۔ بلکہ دوسرے دوستوں کو ساتھ لے کر بھی غور فرماتے۔ اور اس طرح اس کام کا ایک شدید محاسبہ کرتے۔ تشحیذ کا کام کوئی معمولی کام نہ تھا بلکہ ایک شدید محنت تھی۔

اور

یہ آپ کے جسم آرام وراحت کی قربانی تھی

تشحیذ الاذہان اور نبوت مسیح موعودؑ

پہلے رسالہ میں آپ نے جو ایڈیٹوریل لکھا۔ اس میں نبوت مسیح موعود کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا۔

"کیا یہ تیرا خیال ہے۔ کہ میں کس
بڑی قوم کا ہوں۔ یا میرے پاس
زر وجواہر ہیں۔ یا میری قوت
بازو بہت لوگ ہیں۔ یا میں بہت
بڑا رئیس ہوں۔ یا بادشاہ ہوں۔
یا بڑا ذی علم آدمی ہوں۔ سجادہ
نشین ہوں یا فقیر ہوں۔ اس لئے
مجھ کو اس رسول کے ماننے کی
حاجت نہیں۔ . . . .

تھوڑوں نے اسے قبول کیا
اور بہتوں نے انکار کیا جیسا
کہ پہلے نبیوں کے متعلق سنت
چلی آئی ہے۔ اب بھی ویسا
ہی ہوا" (تشحیذ نمبر ۱)

حضرت خلیفہ اوّل اس مضمون سے بہت خوش ہوئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں اس کا ذکر فرمایا۔

حضرت خلیفہ اوّل

اس مضمون کو بہت سے لوگوں کو پڑھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

مولوی محمد علی صاحب کا تشحیذ پر ریویو

اس وقت لوگوں کے دل خوشی سے لبریز تھے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے جو اس وقت ریویو کے ایڈیٹر تھے۔ حسب ذیل ریویو۔ ریویو میں لکھا :۔

"رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان سے سہ ماہی نکلنا شروع ہوا ہے جس کا

پہلا نمبر یکم مارچ کو شائع کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کے نوجوانوں کی ہمت کا نمونہ ہے۔ خدا تعالےٰ اس میں برکت دے۔ چندہ سالانہ ۱۲؍ ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر میرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادے ہیں۔ اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہُوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھے گی۔ مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں۔ جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے خلاصہ مضمون یہ ہے:۔

"کہ جب دنیا میں فساد پیدا ہوجاتا ہے۔ اور لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ کو چھوڑ کر معاصی میں بکثرت مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور مُردار دنیا پر گدوں کی طرح گر جاتے ہیں۔ اور آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ تو اس وقت میں ہمیشہ سے خدا تعالیٰ کی یہ سنّت رہی ہے کہ وُہ انہی لوگوں میں سے ایک نبی کو مامور کرتا ہے۔ کہ وہ دنیا میں سچی تعلیم پھیلائے۔ اور لوگوں کو خدا کی حقیقی راہ دکھائے۔ پر جو لوگ معاصی میں بالکل اندھے ہُوئے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کے نشہ میں مخمور ہونے کی وجہ سے یا تو نبی کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں۔ اور یا اس کے ساتھیوں کو ایذائیں پہنچاتے ہیں۔ اور اس سلسلہ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔

مگر چونکہ وہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لئے انسانی کوششوں سے ہلاک نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ نبی اس حالت میں اپنے مخالفین کو پیش از وقت اطلاع دے دیتا ہے۔ کہ آخر کار وہی ہلاک ہوں گے۔ اور بعض کو ہلاک کر کے خدا دوسروں کو راہ راست پر لے آئے گا۔ سو ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ جو ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ ایسا ہی اس وقت میں ہُوا۔

پھر مختصر طور پر بتایا ہے:۔

کہ کس طرح آج سے بیس پچیس برس پہلے حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھ کر یہ پیشگوئیاں شایع کی تھیں۔ کہ خدا تعالیٰ ایک سلسلہ قایم کرے گا۔ اور لوگ آپ کی طرف بکثرت رجوع کریں گے۔ اور مخالف اس سلسلہ کو ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ مگر وُہ خود ہی انی مہین من

اراد اھانتک کے مصداق ہونگے پھر یہ ذکر کیا ہے۔

کہ کس طرح جب انبیاء سابقین کی تکذیب حد سے گذر گئی۔ تو خدا نے انکے مخالفوں پر عذاب بھیجے۔ تاکہ وہ تضرع اختیار کریں۔ ایسا ہی یہاں بھی ہُوا۔

اس کے بعد اپنی جماعت کے نوجوانوں کو خطاب کر کے لکھا ہے۔ جس کو میں اُن کے اصل الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔

اے میرے احمدی بھائیو! اگر ہم نے خدا تعالےٰ کے فرستادہ کو مانا ہے۔ تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اب ہم بالکل سبکدوش ہو گئے ہیں بلکہ ہم نے اپنے سر پر ایک بارگراں اٹھایا ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا کوئی ایسی بات نہیں۔ جو زبان سے کہہ دینے پر اس سے خلاصی ہو جائے۔ نہیں بلکہ اس کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔

اگر ہم کو دین اسلام کی مدد کرنے کا جوش نہیں۔ تو بخدا ہم نہایت ہی ٹوٹا پانے والوں میں ہیں۔ وہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ جس میں اسلام کی محبت نہ ہو۔ اور وہ آنکھ جو اسلام کی ترقی دیکھنے کی مشتاق نہیں پھوٹ جائے تو بہتر ہے۔ ٹوٹ جائیں وہ ہاتھ جو اسلام کی مدد سے قاصر ہیں رونے کا مقام ہے۔ اگر ہم اسلام کی ترقی کی کوشش میں کچھ بھی سستی کریں۔

اے غیور خدا تو دیکھتا ہے۔ کہ اسلام پر شرک نے کیسے کیسے حملے کئے ہیں۔ پس ہماری مدد کر۔ کہ ہم تیرے مسیح کے ساتھ ساتھ شرک کے توڑنے میں لگے رہیں۔"

میں نے اس مضمون کو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ خصوصاً اس وجہ سے نہیں ٹھہرایا۔ کہ ان دلائل کو کوئی مخالف توڑ نہیں سکتا یہ دلائل پہلے بھی کئی دفعہ پیش ہو چکے ہیں۔ مگر اس دلیل سے جو دلیل سلسلہ کی صداقت پر گواہ کے طور پر اس وقت کل مخالفین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اس مضمون کا آخری حصّہ ہے۔ جس کو میں نے صاحبزادہ کے اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے۔ (اٹھارہ انیس نہیں بلکہ سترہ سال کی تھی۔ محمود احمد عرفانی) اور تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور اُمنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال اُن کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اسی موقعہ پر نہیں۔ بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہر موقع پر یہ دلی جوشش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی میر محمد اسحٰق (صاحب) کے نکاح کی تقریب پر چند اشعار انہوں نے لکھے۔ تو ان میں یہی دعا ہے۔ کہ اے خدا تو ان دونوں اور ان کی اولاد کو خادم دین بنا۔ برخوردار عبدالحی (مرحوم و مغفور) کی آمین کی تقریب پر اشعار لکھے تو ان میں بھی یہی دعا بار بار کی ہے اسے قرآن کا سچا خادم بنا۔ ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دل میں اس جوش اور ان امنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں۔ کیونکہ یہ زمانہ سب سے بڑھکر کھیل کود کا زمانہ ہے۔ اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت میرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں۔ کہ اگر یہ افترا ہے تو یہ سچا جوشش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے۔ پس اس کا اثر تو چاہیئے تھا۔ کہ گندہ ہوتا۔ نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی۔ اگر ایک انسان افترا کرتا ہے۔ تو اگرچہ وہ باہر کے لوگوں سے اس افترا کو چھپا بھی لے۔ مگر اپنے ہی بچوں سے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں، چھپا نہیں سکتا۔ وہ اس کی ہر ایک حرکت اور سکون کو دیکھتے ہیں۔ ہر ایک گفتگو کو سنتے ہیں۔ ہر موقع پر اس کے خیالات کو ظاہر ہوتا ہُوا دیکھتے ہیں۔ پس اگر افترا ہو۔ تو ضرور ہے۔ کہ وہ افترا کسی نہ کسی وقت اس کے اپنے بچوں اور بیوی پر ظاہر ہو جائے۔ اے بدقسمت لوگو غور کرو! کہ کیا یہ مفتری کی اولاد جو اس کے افترا کے زمانے میں پرورش پائے، ایسی ہُوا کرتی ہے کیا تمہارے دل انسانی دل نہیں۔ جو ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے۔ اور ان سچے خیالات کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کیوں تمہاری سمجھیں الٹی ہو گئی ہیں۔ غور کرو۔ کہ جس کی تعلیم اور تربیت کا یہ پھل ہے۔ وہ کاذب ہو سکتا ہے؟ اگر وہ کاذب ہو سکتا ہے تو پھر دنیا میں صادق کا کیا نشان ہے؟"

آپ نے مدرسہ تعلیم الاسلام کی ڈوبتی کشتی بچالی

اس سال جماعت میں ایک عجیب سوال پیدا ہُوا۔ اور وہ سوال یہ تھا۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام چونکہ اپنی غرض پوری نہیں کر رہا۔ اس لئے اسے توڑ کر ایک مذہبی مدرسہ کی بنیاد رکھی جائے۔ اس وقت ارباب حل وعقد اس بات پر متفق تھے۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اسوقت دو ہی ہستیاں تھیں۔ کہ جو اس مدرسہ کے قیام و بقا کے لئے جد و جہد کر رہی تھیں۔ ایک تو

نورالدین اعظم

اور دوسرے

محمود اعظم

حضرت خلیفہ اوّل بھی جو کچھ کہنا چاہتے تھے۔ وہ حضرت محمود اعظم ہی کے ذریعے کہتے تھے۔ اس طرح صرف اور صرف حضرت امیر المومنین کی قوت و حکمت نے مدرسہ تعلیم الاسلام کی ڈوبتی کشتی کو کنارے پر لا کر کھڑا کر دیا۔ اور آج آپ کے طفیل قوم کا یہ تعلیمی ادارہ ہم کو بڑی شان سے کھڑا نظر آرہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

— نے —

آپ کو مجلس معتمدین کا ممبر منتخب فرمایا

۱۹۰۶ء میں صدر انجمن احمدیہ بنی۔ اور اس کی کارکن کمیٹی کا نام مجلس معتمدین رکھا گیا۔ اس کے ممبروں کی فہرست حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے خود تجویز فرمائی۔ اس فہرست میں حضور نے اپنے دست مبارک سے سیدنا محمود کا نام تجویز فرمایا اس ایک امر سے یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام آپ کو کن قابلیتوں کا انسان خیال فرماتے تھے۔ در اصل حضور کو معلوم تھا۔ کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو جن پیشگوئیوں کی تکمیل کیلئے پیدا کیا ہے۔ ان کے مطابق قوت عطا فرمائی ہے۔ اور یہ بات ہے بھی درست۔ کیونکہ آپ فطرتی طور پر نور ایمان لے کر پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ

۹ سال کی عمر کا ایک واقعہ

۱۹۲۲ء میں جب میں پہلی دفعہ مصر جانے لگا۔ مدرسہ احمدیہ کی طرف سے ایک پارٹی مجھے دی گئی۔ اس پارٹی میں ازراہ لطف و کرم شمولیت فرمائی تھی۔ آپ نے اپنی تقریر میں ایک واقعہ بیان فرمایا۔ جو اس امر کی تصدیق کرتا ہے۔ جو غالباً اس زمانہ میں الفضل میں شائع ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا:۔

"میری عمر جب ۹ یا دس برس کی تھی۔ میں اور ایک اور طالب علم گھر میں کھیل رہے تھے۔ وہیں الماری میں ایک کتاب پڑی ہوئی تھی۔ جس پر نیلا جزدان تھا۔ اور وہ ہمارے دادا صاحب کے وقت کی تھی۔ نئے نئے ہم پڑھنے لگے تھے۔ اس کتاب کو جو کھولا۔ تو اس میں لکھا تھا۔ کہ اب **جبرئیل نازل نہیں ہوتا۔ میں نے کہا۔ کہ یہ غلط ہے۔ میرے ابّا پر تو نازل ہوتا ہے۔ مگر اس** لڑکے نے کہا جبرئیل نہیں آتا۔ کتاب میں لکھا ہے۔ ہم میں بحث ہو گئی۔

آخر

ہم دونو حضرت صاحب کے پاس گئے۔ اور دونو نے اپنا اپنا بیان پیش کیا۔ آپ نے سنکر فرمایا۔

کتاب میں غلط لکھا ہے۔ جبرئیل اب بھی آتا ہے"

اس واقعہ سے حضرت امیر المومنین کی قوت ایمانی کا پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کو نو سال کی عمر میں اس قدر صفائی قلب حاصل تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی نبوت پر آپ کو کتنا بڑا ایمان تھا۔

مجھے دنیا کے بچوں میں جن کی عمر ۹ سال کی ہے۔ اس فہم و فراست اور نور قلب کی کوئی مثال دکھائے تو سہی۔ ہاں انبیاء بے شک ایسی ہی تولیں لے کر آتے ہیں۔ اور آپ کی آمد بھی بالکل سہی نہج اور قدم پر تھی۔ جیسے سبز اشتہار میں حضور اقدس و اعلیٰ نے لکھا تھا:۔

یہ ایک ہی واقعہ نہیں۔ آپ کی پاکیزہ زندگی میں ایسے ہی ہزاروں واقعات ملتے ہیں۔ جو حضور کے سوانح نگار لکھ دینگے۔ اور اگر مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔ تو میں لکھوں گا۔ و باللّٰہ التوفیق۔

سنہ ۱۹۰۸ء

— اور —

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی وفات

۱۹۰۸ء میں محمود اعظم کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ اور آپ کے برادران عظام اس سے بھی کم عمر کے تھے۔ جبکہ وہ حادثہ دنیا پر ظہور میں آیا۔ جس نے مومنوں کے دلوں میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اور قلوب میں ہیبت پیدا کر دی۔ میری مراد اس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے ہے۔

جبکہ

عام مومنوں کی یہ حالت تھی۔ کہ دنیا بالکل ان کی نگاہ میں تیرہ و تار تھی۔ وہ سب کے سب یہ خیال کرتے تھے۔ کہ وہ خود یتیم ہو گئے ہیں۔ زمین پر ایک کہرام تھا۔ اور چیخوں سے زمین ڈھنپ گئی تھی۔ اور آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا۔ جو خود بخود بہتا آ رہا تھا اور اس حالت میں کیا بوڑھے اور کیا جوان اور کیا بچے اور کیا عورتیں سب شریک تھیں۔

مجھے وہ گھڑی خوب یاد ہے۔ میں بچہ تھا شام کے قریب قادیان میں اطلاع پہنچی۔ مغرب کی نمازیں مسجد مبارک کی چھت پر چیخوں کا ایک ہنگامہ بپا تھا اور نمازیوں کے منہ سے اس وقت نماز کے فقرات نکل نہیں سکتے تھے۔ آنسوؤں کی شدت گلے میں گرہ ڈال دیتی تھی۔ میں جو اس وقت گیارہ سال کا بچہ تھا۔ میری اپنی یہ حالت تھی۔ کہ میرا دل پھٹا جاتا تھا۔ اور رُزدنا رکتا نہیں تھا۔ اس حالت کے بیان سے میری یہ غرض ہے۔ کہ میں یہ بتاؤں۔ کہ جب ہماری یہ حالت تھی۔ تو **محمود اعظم** کی اس وقت کیا حالت ہونی چاہیئے۔ وہ جو نور ایمان اور نور فراست سے معمور تھا۔ اور جسے علم تھا۔ کہ ان کے گھر سے **آسمان کا بادشاہ اٹھکر آسمان پر چلا گیا**۔ ان کے صدمہ کو کون پہنچ سکتا تھا۔

مگر اس صدمہ میں بھی جس رضاء بالقضاء کا ثبوت آپ نے دیا۔ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اس وقت آپ کے دماغ میں ہزاروں قسم کے خیالات کا ہجوم ہوگا۔ مستقبل کی زندگی کے متعلق بھی خیالات پیدا ہوتے ہوں گے۔ حضرت صاحب کی وفات کا صدمہ تو یقینی تھا۔ مگر اس ہجوم رنج و غم میں اس وقت سننے والوں نے آپ کے اور آپ کے خاندان کے لوگوں کے منہ سے

یاحی و یاقیوم

کے سوا کچھ نہ سنا۔ گویا کہ وہ میرے ذوق کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق کے خطبے کے الفاظ دہرا رہے تھے کہ جس میں انہوں نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی وفات پر فرمایا:۔

فان اللّٰہ حی لا یموت

ایسے وقت میں کوتاہ علم۔ کوتاہ بصیرت خدا تعالےٰ کو بھی گالیاں دینے لگتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی مشیت کا نام ظلم رکھنے لگ جاتے ہیں۔ اور ایسے ایسے فقرات منہ سے نکلتے ہیں۔ جو انسان کی اندرونی حالت کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔ مگر اس مقدس خاندان کے منہ سے اور اس خاندان کے اس نوجوان کے منہ سے سوائے یاحی یاقیوم کے کچھ نہ نکلتا تھا۔ اور یہ بھی فرماتے۔ یہ تو ہیں چھوڑے جاتے ہیں یہ تو نہ ہم کو چھوڑیو۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ **آغوش نبوت** میں پرورش پانے والے شہزادے نور ایمان سے کس طرح معطر ہو چکے تھے۔ اور کس طرح ان کے اندر رضاء بالقضاء کا صحیح احساس پیدا ہو چکا تھا۔ ان کی ان قلبی کیفیات کا اندازہ تو کوئی **علم نفس** کا ماہر ہی لگا سکتا ہے۔ مگر ہر شخص جو ذرا بھی اپنے پہلو میں احساس رکھتا ہے۔ وہ اس کا اندازہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مسئلہ خلافت

آج ایک گروہ خوارج پیدا ہو گیا۔ اور وہ آپ پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ آپ خلافت کے خواہشمند تھے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر آپ خلافت کے خواہشمند ہوتے۔ تو تو بھی اس میں کوئی گناہ نہ تھا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی دوسری شادی اس لئے کروائی۔ کہ یہ موعود اولاد پیدا ہو۔ اور موعود اولاد میں سے یہ بیٹا اس لئے پیدا کیا۔ کہ دوسرا طریق **انزال رحمت** کا جماعت پر نازل فرمائے۔ اور وہ یہی تھا۔ کہ اس طرح ان ابنائے فارس کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ذریعے آئیوالے نور کو دنیا میں پھیلایا جائے۔

پس میرے ایمان اور ذوق کے مطابق آپ اسی لئے پیدا کئے گئے تھے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ اور جانشین ہوں۔

اس لئے اگر آپ اس کی خواہش بھی کرتے تو کوئی گناہ نہ تھا۔ اور میرے یقین کے مطابق سب سے پہلے **نور الدین اعظم اس بیعت کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتا**۔ مگر خدا نے اس الزام سے بری کرنے کے لئے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ محمود اعظم کو خدا کی رضا اس قدر منظور تھی۔ کہ وہ خلیفہ وقت کی اطاعت کا ایسا نمونہ تھا۔ کہ اس سے بڑھ کر ساری جماعت میں کوئی مطیع فرمانبردار نہ تھا۔ اور اس اطاعت نے آپ کے قلب کی صفائی کو دنیا پر آشکار کر دیا۔

چنانچہ

انتخاب خلافت کا وقت آیا۔ جماعت نے اس غرض کے لئے **نور الدین اعظم** کا انتخاب کیا۔ مگر **نور الدین اعظم** نے اس وقت جو تقریر فرمائی۔ اس کا ایک ٹکڑا یہ ہے:۔

"میں نے اس فکر میں کئی دن گذارے۔ کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی اس لئے میں کوشش کرتا رہا۔ کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی ہیں۔ اوّل میاں محمود احمد۔ وہ میرا بھائی بھی ہے۔ میرا بیٹا بھی ہے۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات بھی ہیں۔

قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔

تیسرے قریبی نواب محمد علیخاں صاحب ہیں"

پھر فرمایا:۔

"یہ کہ جن عمائد کا نام لیا ہے۔ ان میں سے کسی کو منتخب کر لو۔ اور میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں"

(تقریر حضرت خلیفہ اوّل)

پس

غور کیجئے۔ ساری جماعت کی نظر جس شخص پر پڑی وہ

نور الدین اعظم تھا

اور نور الدین اعظم کی نظر جس انسان پر پڑی۔ وہ **محمود اعظم تھا۔**

الغرض

جماعت کا پہلا اجتماع نور الدین اعظم کے ہاتھ پر ہوا۔ اور محمود اعظم نے بھی اپنا ہاتھ حضرت خلیفہ اوّل کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور پھر خلافت اوّل کے ۶ سالوں میں وہ اطاعت اور وفاداری کا نمونہ دکھایا۔ کہ جماعت میں ایک شخص بھی اس مقام اطاعت کو حاصل نہ کر سکا۔

حضرت مسیح موعود کے جسم مبارک کے سامنے ایک اقرار

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی وفات کے بعد جبکہ محمود اعظم کو ہر رنگ کے تفکرات کا ہجوم تھا۔ اس وقت سب سے پہلے جس چیز کا خیال آیا۔ وہ سلسلہ کا تھا۔ چنانچہ آپ نے سب باتوں کا خیال چھوڑ کر فوراً اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے جسم مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر اور حضور کے جسد اطہر کو مخاطب کرتے ہوئے ایک عہد کیا۔ اور یہ عہد آپ کی ساری

زندگی کے کاموں کی کلید ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"اگر سارے لوگ آپ کو چھوڑ دیں گے۔ اور میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا۔ اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔

اس عہد سے آپ کے اس عزم اور اس قوت کا پتہ چلتا ہے۔ کہ ساری دنیا کا مقابلہ ایک تن تنہا کرنے کا عہد باندھ لیا۔ اسی ایک فقرے میں آپ کی سیرت طیبہ کے وہ دفتر بھرے پڑے ہیں کہ اگر اس اخبار کو دُگنا کر دیا جائے۔ تو بھی اسکی تشریح ختم نہ ہو۔ کیونکہ آپ نے اس کے بعد مردانہ وار دنیا کی مخالفتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس میدان میں ڈالے رکھا۔

آپ کا مقام توکل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں آپ کی جائیداد کا کوئی انتظام نہ تھا۔ جس کے پاس آپ کی زمین تھی وہ ہی اس کی آمدنی کھا رہا تھا۔ اور وہ فیوض جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے آرہے تھے۔ ان کے بند ہو جانے کا اندیشہ نہیں بلکہ یقین تھا۔ اس وقت جہاں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک عہد وفا باندھا اور سلسلہ کی اشاعت کے لئے ایک اقرار کیا۔ وہاں آپ نے مالی معاملات کے متعلق

خدا سے ایک عہد کیا

کہ سوائے تیرے دروازے کے اور کسی دروازے کی ہم مدد قبول نہ کریں گے۔

اس عہد کے بعد ایک آزمائش

بعض بڑے بڑے آدمیوں نے آپ کے سامنے یہ سوال رکھا۔ کہ آپ تحریک کریں۔ کہ سلسلہ کے چندہ میں سے ہم کو حصہ ملنا چاہیئے۔ یہ تحریک معلوم نہیں دیانتداری پر مبنی تھی یا بددیانتی پر۔ کیونکہ اس تحریک کے الفاظ جہاں بظاہر نیک نیتی پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ وہاں ان میں ایک فتنہ کا شائبہ بھی معلوم ہوتا ہے۔

مگر

حضرت محمود اعظم نے نہایت حقارت سے اس تجویز کو ٹھکرا دیا۔ اور ان کو کہا۔ کہ اگر خدا تعالیٰ نے ہم کو زندہ رکھنا ہے۔ تو وہ خود سامان پیدا کر دے گا۔

اس جواب میں

بھی ایک خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان اور بصیرت افروز ایمان کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔ یہی وہ ایمان تھا۔ جس نے بعد میں آپ کے ہاتھوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس جائیداد کو جو بظاہر کم نظر آتی تھی بڑھایا اور اتنا بڑھایا کہ وہ آج بہت بڑی جائداد نظر آتی ہے۔ اللھم زد فزد۔

سلسلہ کیلئے غیرت

حضرت خان بہادر میرزا سلطان احمد آپ کے بڑے بھائی تھے۔ مگر اس وقت غیر احمدی تھے انہوں نے حضرت عرفانی کبیر کے ذریعہ ایک پیغام آپ کو بھیجا۔ اور کہلایا۔ کہ انجمن سے کچھ لینا ہمارے خاندان اور روایات کے خلاف ہے۔ مگر آپ کو سلسلہ کی اتنی غیرت تھی کہ باوجود اس کے کہ آپ خود بھی یہی فیصلہ کر چکے تھے۔ مگر آپ نے خان بہادر صاحب کو کہلا بھیجا۔ کہ سلسلہ اور اپنے معاملہ میں میں آپ کی بات سننے کیلئے تیار نہیں

گویا

باوجود اس ادب واحترام کے جو بڑے بھائی کی حیثیت سے آپ کے دل میں تھا۔ آپ نے محض اس لئے کہ چونکہ وہ سلسلہ میں داخل نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اگرچہ خود آپکا اپنا فیصلہ بھی وہی تھا۔ گویا آپ یہ یقین رکھتے تھے۔ کہ

سلسلہ اور آپ کا وجود ایک لاینفک چیز ہے

آپ کیلئے خدا نے خود انتظام کیا

چنانچہ آپ اپنے عزم پر اڑے رہے تب حضرت خلیفۃ المسیح اول نے آپ کو فرمایا۔ کہ حضرت مسیح موعود کا ایک الہام ہے۔ جس کی بنا پر آپ کو سلسلہ سے کچھ مدد لینی چاہیئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام نکال کر دکھایا۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ

میں نے تو یہی عہد کیا تھا۔ کہ میں خدا سے لوں گا۔ اور اگر یہ خدا کا حکم ہے۔ تو مجھے انکار نہیں۔

یہ آپ کی زندگی کی اس گھڑی کے چند ابواب ہیں جو گھڑی سب سے زیادہ تکلیف دہ اور ہلا دینے والی گھڑی تھی۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ایمان

اللہ تعالیٰ پر۔ اللہ تعالیٰ کے رسول مسیح موعود پر کتنا شدید تھا۔ اور سلسلہ کے نشر و اشاعت کے لئے کیسی روح آپ کے اندر کام کر رہی تھی۔

آپ کی سب سے پہلی تصنیف

صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد مخالفت کا ایک سیلاب بہہ نکلا۔ اور اس سیلاب میں جو لوگ پیش پیش تھے۔ ان میں سے ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد اور مولوی ثناء اللہ امرتسری سب سے آگے تھے۔ اور انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ شاید ہم اس وقت جبکہ جماعت سخت پریشانی کی حالت میں ہے۔ اس بمب باری سے جماعت کو توڑ کر اپنی طرف کرلیں گے۔ اس شدید بمب باری کے وقت میں آپ نے صادقوں کی روشنی کو کون دُور کر سکتا ہے کو تصنیف فرمایا۔ یہ کتاب جہاں ان اعتراضات کا منہ توڑ جواب تھا۔ وہاں مومنوں کے لئے اس میں جراحت قلب کا پورا پورا سامان تھا۔ اور دراصل وہ عہد جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے **جسد اطہر** کے سامنے کیا تھا۔ اس عہد کے پورا کرنے کی یہ پہلی قسط تھی۔ آپ نے دیباچہ میں حضرت اقدس واعلیٰ کی وفات کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھا:۔

"غرضیکہ یہ آپ کی وفات ہے جس نے مجھ کو یہ رسالہ کے لکھنے کی تحریک کی ہے۔ اور چونکہ مخالفین سلسلہ نے اب اپنی پرانی عادت کے مطابق اس موقع پر بھی بہت کچھ زہر اگلا ہے۔ اور اپنے نفسانی گندوں کا اظہار کیا ہے۔ اور حضرت کی وفات پر بہت کچھ اعتراض کئے ہیں۔ اس لئے راقم عاجز کے دل میں خدا اللہ تعالیٰ نے یہ تحریک پیدا کی۔ کہ میں ان تمام اعتراضوں کا جو مجھ تک پہنچے ہیں۔ اور عام طور پر شائع کئے جاتے ہیں۔ جواب دوں۔ اور حتی الوسع مخالفین کی خباثت کو ظاہر کروں۔ کہ وہ کن کن فریبوں اور جھوٹوں سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اس رسالہ میں علاوہ دیگر مفید باتوں کے عبدالحکیم مرتد اور ثناء اللہ کی لن ترانیوں کے جواب بھی دیئے گئے ہیں۔ اور جو حضرت اقدس کی پیشگوئیوں پر اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ان کا رد بھی کیا گیا ہے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

(دیباچہ صادقوں کی روشنی)

یہ ایک سو بیس صفحے کی کتاب آپ نے اس سیال قلم کے ساتھ لکھی۔ کہ اس کے پڑھنے سے نہ صرف یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک جدید ایمان پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ ایک ایمان کی ایسی تازگی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے اس کی تری ناخنوں تک سرایت کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

اس کتاب کا نام

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے الہام الٰہی سے رکھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کتاب کی قبولیت آسمان پر بھی ہوئی۔

سالانہ جلسہ پر آپ کی پہلی تقریر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلا سالانہ جلسہ ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ اس جلسہ میں آپ کی تقریر ۲۸ تاریخ کو ہوئی۔ اس تقریر کے وقت صدر مجلس حضرت خلیفۃ المسیح اوّل تھے۔ تقریر کا موضوع تھا۔

ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں

یہ تقریر کیا تھی۔ معارف کا خزانہ تھی۔ دل تو چاہتا ہے۔ کہ ساری تقریر اس جگہ درج کروں۔ مگر یہ ممکن نہیں۔ اس لئے اس تقریر پر حضرت **عرفانی کبیر** نے الحکم میں ایک نوٹ لکھا تھا۔ وہ میں بجنسہٖ یہاں درج کر دیتا ہوں۔

"تیسرا دن"

"آج صبح کی کارروائی تشحیذ الاذہان کے جلسہ سے شروع ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کی نظم اور آپ کی تقریر نے مردہ دلوں کو جلا دیا۔ بلا مبالغہ صاحبزادہ صاحب کی تقریر میں قرآن مجید کے حقائق و معارف کا سادہ اور سلسل الفاظ میں ایک خزانہ تھا۔

پلیٹ فارم پر سے صاحبزادہ صاحب اس لب و لہجہ سے بول رہے تھے۔ جو حضرت امام علیہ السلام کا تھا۔

اور الولد سرّ لابیہ کا پورا نمونہ تھا۔

صاحبزادہ صاحب کی تقریر کے متعلق مجھے الفاظ نہیں ملتے۔ کہ میں اس کا ذکر کر سکوں۔

صاحبزادہ صاحب نے تشنہ حقائق قوم کو باپ کی طرح سیراب کر دیا۔

اور وہی زمانہ یاد دلا دیا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس سے بھی زیادہ حقائق و معارف کے موتیوں سے مالا مال کرے"

مدرسہ احمدیہ کا نجات دہندہ

اسی سالانہ جلسہ پر مسجد مبارک میں ایک کانفرنس ہوئی۔ اس پر بعض ارباب اثر ونفوذ جن کے لیڈر مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب تھے۔ مدرسہ احمدیہ کا گلا گھونٹنے کے لئے تلے بیٹھے تھے۔ اور اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ جماعت میں سے علماء کے وجود کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس طرح انہوں نے فیصلہ کر دیا تھا کہ آج مدرسہ احمدیہ کا خاتمہ کر کے ہی اٹھیں گے۔ وہ لوگ جو مدرسہ احمدیہ کو بچانا چاہتے تھے بالکل بے بس سے تھے۔ عین اس حالت یاس میں محمود اعظم کھڑا ہوا۔ آپ نے دلائل کے ساتھ ان خیالات کو پاش پاش کر دیا۔ اور خیالات کی رو کو اس قوت سے بدلا۔ کہ مخالفت کرنے والے بھی اس کے موید بن گئے۔ اور ایک اعلان شائع کیا گیا جس پر حسب ذیل بزرگوں کے دستخط تھے۔ مولوی محمد علی صاحب حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب۔ حضرت نواب محمد علی صاحب۔

اس اعلان میں مدرسہ احمدیہ کی ضرورت اور اسکی آئندہ ترقی کی مکمل سکیم درج ہے۔ جو الحکم ۲۱ جنوری ۱۹۰۹ء کے صفحہ ۲ و ۳ پر درج ہے۔